ہو جاتے۔ پاروشنی جانتی تھی۔ اب اگلے تین چار روز میں پانی نے پھیلنا تھا جیسے بیج پیٹ میں پھیلتا ہے اور پھر کھیتوں میں اور وہاں سے ڈوبو مٹّی پر جو سخت ہونے کو تھی پر اب پھر کیچڑ میں بدلے گی اور پھر اسے رُکھوں میں جانا ہے اور جھیل تک پہنچنا ہے۔ اب جھیل تک پانی جاتے ہیں یا نہیں جاتے۔۔۔ یہ پتہ نہیں۔ پاروشنی جانتی ہے پر اُس نے کبھی جھیل کی بات نہیں کی۔ اور ان پانیوں نے پھر پانچ چھ روز رُکا رہنا ہے اُس جگہ جہاں وُہ ہوں گے اور اُس کے بعد پچھلے پاؤں پھر واپس آنا تھا ادھر دریا کے اندر۔ کھیتوں کے گرد کچّی دیوار۔ بس کُچھ دن اور اُسے روکے رکھیں گی اور پھر وُہ زمین میں چلے جائیں گے اور بس وَتر نے باقی رہنا تھا اور مٹّی کی تہہ نے جو بیجوں کو ڈھک کر اُنہیں گرم کرتی ہے۔

سمرو نے دریا پر ایک بہتی نظر ڈالی۔ اُس کا جی چاہا کہ اُس سے کُچھ کہے۔ پر کیا کہے؟۔ اور پانی اُس کے قدموں میں بچھ رہا تھا۔

کترن بُوٹی کی جڑ گاگری کے مُنہ میں نرم ہوتی تھی پر اُس کی ٹھنڈی باس ناک میں جا کے پُورے جُثّے میں پھیلتی تھی۔

بستی سے دو کرَو اُدھر چیوا کا چھپّر تھا اور چھپر کے آسے پاسے اُس کی بھیڑیں اور بکریاں زمین پر تتھنے پُھلاتی منہ مارتی تھیں۔

چیوا چھپّر میں ہو گا۔

آلکس کا مارا ہوا اور کہاں ہو گا۔ گاگری کی ہتھیلی میں پسینہ تھا اور اسی لئے وُہ ڈنڈے کو اچھی طرح پکڑ نہ پاتی تھی اور وُہ پھسلتا تھا اور گاگری اُس کو جانے نہ دینا چاہتی تھی اور دو کرَو اُدھر بستی میں اُس کی میّا مُنہ میں بھوکڑ کا سواد لئے اُس کی راہ دیکھتی تھی اور بھوکڑ جو تھی وُہ رُکے ہوئے آسمان میں تیزی سے تیرتی جاتی اب جانے کہاں تھی اور بستی کے دُوجے سارے لوگ بھی آج روٹی ٹکّر بھول بھوکڑ کا شوربہ بنانے کو ہانڈیاں چولہوں پر رکھے اُپلوں میں پھونکیں مارتے ہوں گے اور اُن سب کو پتہ تھا کہ گاگری جب آئے گی تو خالی ہاتھ نہیں ہو گی پر آج وُہ تھی اور وُہ نہیں جانتے تھے۔ اور وُہ نہیں جانتی تھی کہ ایسا کیسے ہو گیا ہے کہ ڈنڈا اُس کے سر پر تھا اور وُہ اُس سمے مہامیّا تھی جو بھوکڑ کا سانس اُسی دم مار کے ختم کر سکتی تھی یا۔۔۔ ہاں ایسے ہی ہوا تھا اس کے اندر مہامیّا نے کہا تھا کہ جانے دے اور اُس نے جانے دیا تھا۔ اُسے یہ بھی پتہ تھا کہ وہ آج کے بعد کسی پرندے کو کبھی نہیں مارے گی۔

چیوا کی آنکھیں نیند سے موٹی ہوئی تھیں اور بند ہوتی تھیں اور وُہ اپنے چھپر سے باہر کھڑا کب

سے گاگری کو اپنی طرف آتا دیکھ رہا تھا جو جانے کب سے آسمان کو گھورتی تھی اور دیکھتی تھی اور اُس کے ہاتھ میں وُہ ڈنڈا تھا جس سے وُہ پرندوں کو کُوٹ کر گھر لاتی تھی۔

"آج آسمان خالی ہے۔"

گاگری ایک سیہے کی طرح ٹھٹکی "ہاں ــــــ"

"تو ادھر کیا کرتی ہے۔۔ کیا دیکھتی ہے۔ کچھ مارنے کو جاتی ہے؟"

"نہیں۔۔" گاگری نے چیوا کو دیکھا جس کی آنکھیں نیند سے موٹی ہوتی تھیں اور بند ہوتی تھیں اور گاگری کی آنکھوں کو بھی کچھ ایسے ہی ہوا "میں گئی تھی پر آگئی ہوں"

"خالی ہاتھ؟"

گاگری پھر ٹھٹھکی جیسے جنگلی بلّے کے دانت اُس کی سانس کی نالی میں گڑ گئے ہوں۔ اور چیوا نے جانا کہ گاگری آج وُہ نہیں جو پہلے تھی اس لئے وُہ چُپ رہا اور وُہ بھی چُپ رہی اور پھر وُہ آسمان کو دیکھتی رہی اور دیکھ کر نظریں جھکا کر کہنے لگی "چیوا! تو جانتا ہے کہ میں نے بہت ساری بھوکڑیں ماری ہیں پر اُن سب کا مُجھے کچھ پکّا پتہ نہیں ہوتا تھا کہ میں اُن کو مار لُوں گی یا نہیں، یہی ہوتا تھا کہ بس وہ قریب ہے اب اگر ڈنڈا دے ماروں تو شائد لگ جائے۔ پر آج یہ ہوا کہ جس طرح میں جانتی ہوں کہ ہم سب کو اور مُجھ کو بھی ایک روز یَم کے کتّے لے جائیں گے اور یہ خالی پنڈا برتن میں بند مٹّی میں دبے گا تو بس اسی طرح میں یہ بھی جانتی تھی کہ ڈنڈا اُس کے سر پر ہے اور اگر میں ماروں تو وُہ مرے گی۔ ضرور مرے گی۔ اور اُس کے پَروں میں بھی موت کا خوف تھا وُہ اس طرح اُنہیں پُھلاتی بھاگتی تھی۔۔ تو میں نے اُسے نہیں مارا"۔

گاگری سروٹ کی چھت والے چھپر کے اندر چلی گئی۔ اور لیٹ گئی۔

"جو نسا جنور بوجھ اُٹھاتا جائے سہارتا جائے بس سبھی اُس پر بوجھ، ڈالتے ہیں۔ کواسی میّا اور گُٹّا اپنے اپنے بوجھ مُجھ پر لادتے ہیں۔ چل گاگری چل۔ اور گاگری سر جھکائے چلتی رہتی ہے"

"میرا بوجھ بھی؟"

"نہیں تیرا بوجھ تو میں آپو آپ مانگتی ہوں کبھی کبھی۔ ہاں بس یہیں رہ جہاں اب ہے، ادھر اُدھر مت ہو، بس یہاں۔۔ چیوا اِس گھاگرا کنارے اور بستیاں بھی تو ہوں گی؟"

"ہاں۔ میں چھوٹا تھا تو بھیڑوں کے پیچھے پیچھے گیا تھا اور گُم ہو گیا تھا تب میں نے ایک اور بستی دیکھی تھی۔"

"اور اُس بستی سے پرے۔"

"تجھے کیا کہ اُس بستی سے پَرے کوئی اور بستی ہے یا نہیں۔ تجھے کیا"۔

"چیوا یہ سارا کھیل گھاگرا کے کنارے پر ہی ہے یا کہیں اور بھی ہے۔ کہاں ہے؟۔ اور کہیں ہو گا تو سہی۔ نہیں اِدھر مجھے اچھا لگتا ہے"

"تو بھی یہیں رہ۔ اونچی۔ یہ کھیل تو بہت جگہ ہو رہا ہے اُدھر سپت سندھو کی طرف، وہاں شتدری ہے، سندھو ہے، پاروشنی ہے۔"

"پاروشنی؟"

"ندی ہے۔ اُدھر ہری یوپیا کے پاس۔۔ جہاں جہاں ندیاں ہیں وہاں وہاں ہم جیسے لوگ ہیں جو زمین کھود کر بیج ڈالتے ہیں اور پانی کی اُڈیک میں بیٹھے رہتے ہیں اور ساری حیاتی یہی کرتے رہتے ہیں اور پھر اُس برتن میں جو اُن کی اُڈیک میں ہوتا ہے جا گرتے ہیں۔ سارا پانی کا کھیل ہے۔ مہامیّا بھی پانی بِنا ہری نہیں ہوتی۔"

"اور جہاں پانی نہیں ہوتا؟"

"وہاں تو بس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یَم کے کتّے ہوتے ہیں یا زمین کے اندر رینگنے والے مکوڑے کِرلے اور ڈنک بچھو۔ پانی بغیر کیا ہو گا۔ تیرا پانی آیا؟"

"نہیں ابھی نہیں۔ ہوں۔۔۔"

چیوا کی ہانپتی پُشت پسینے سے نچڑتی تھی جو گاگری پر گرتا تھا۔

چھپر کے اندر، یہاں وہاں جو دھوپ کی کرنیں اندر آتی تھیں وہ مدھم ہوئیں اور پھر تھوڑی دیر بعد ہولے ہولے بادل بولنے لگے جیسے دریا کے بہاؤ پر کان لگاؤ تو وُہ بولتا ہے۔

"ڈوبو مٹّی پر کھڑے ایک چتکبرے ہرن نے تھوتھنی ہوا میں اُٹھا کر جیسے سُونگھا تھا تو میں جان گئی تھی اور جیسے میرے پنڈے میں سے چکناہٹ نکلتی تھی تو میں جان گئی تھی کہ پانی آئیں گے۔ برسیں گے۔ ہاں پانی بغیر تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں بھی اگر اندر سے سُوکھ جاؤں تو پھر تُو کیا کرے، کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ پر اب میرے پانی آنے کو ہیں۔"

بادل ہولے ہولے بولتا ہوا جیسے یکدم چھپر کے اندر آ کر گرجنے لگا۔

"ہاں۔ آں۔ پانی آ رہے ہیں۔ آ رہے ہیں۔ اور آ گئے۔۔ ہُوں۔ اور میرے ماتھے پر جو بوند گری ہے وُہ تمہارے پسینے کی نہیں، پانی کی ہے جو باہر برس رہا ہے۔"

باہر پانی برس رہا تھا۔

"بس ہر طرف پانی ہی پانی ہے۔ میرے اندر اور چھپّر کے باہر اور میرے ماتھے پر جو بوندیں

گرتی ہیں۔ چیوا۔۔۔ "گاگری اُسے دھکیل کر اُٹھ کھڑی ہوئی" پتہ ہے میں نے بھوکڑ کو کیوں نہیں مارا؟ جب ڈنڈا اُس کے سر پر تھا اور وُہ اُس کے پرَوں میں بھی موت کا خوف تھا وُہ اس طرح اُنہیں پُھلاتی میرے آگے آگے بھاگ رہی تھی تب میں اُسے مارنے لگی تو وُہ مُجھے میرا ساپن دکھائی دی۔ جیسے وُہ اپنے ہاتھ پاؤں پر میرے گھر میں بھاگتا پھرتا تھا۔ جب میں اُس کے پیچھے جاتی تھی تو وُہ کلکاریاں مارتا آگے آگے بھاگتا تھا۔ میں اپنے اور تمہارے ساپن کو ڈنڈے سے کیسے مار دیتی۔ کیوں چیوا؟"

باہر مینہ دھاروں دھار برس رہا تھا اور بڑے پانی دریا سے نکل کر کھیتوں میں پھیلتے تھے اور یہی پانی چیوا کے چھپر میں بھی دبے پاؤں داخل ہوئے جہاں گاگری پہلے سے ہی بھیگتی تھی، اندر سے بھی اور باہر سے بھی اور شائد سب سے زیادہ پانی اُس کی آنکھوں میں تھے جو اِن سے ڈوب رہی تھیں۔

چھپّر کی چھت برستا پانی چُوس رہی تھی اور سُروٹ کا سُنہرا رنگ نیم سیاہ ہو کر ہولے ہولے پھیل رہا تھا۔ پاروشنی کی آنکھیں چھپّر کے اُس حصّے کو تکتی تھیں جو گیلا ہو ہو کر اب ٹپکنے کو تھا۔ وُہ سر کے نیچے کنگنوں والا بازو رکھے اُسے دیکھتی رہی اور برستے پانیوں کا شور سنتی رہی۔ یہ شور گلی میں بہت تھا کیونکہ وہاں پانی کھڑا ہو چکا تھا اور مینہ اُس پر برستا تھا اور یہ شور ویہڑے میں ابھی کم تھا کیونکہ لیپا پوتا ہوا فرش جس میں اگرچہ چیکنی مٹّی تھی پانی کو شتابی سے چُوستا جاتا تھا۔ اُوپر سُروٹوں کی چھت پر تو وُہ جیسے بے پاؤں چلتا تھا، بس ہولے ہولے اُس میں گرتا اور پیاسے ہونٹوں کی طرح چُوستا جاتا اور پاروشنی اُس کے نیچے لیٹی کنگنوں والے بازو پر سر رکھے اُسے دیکھ رہی تھی۔

سویرے گاگری بھوکڑ مارنے کو گئی تھی اور بول کر گئی تھی کہ لاؤں گی پر لائی نہیں۔ پہلے تو ایسا نہیں کرتی تھی۔ آج کدھر چلی گئی؟ پر اُس کے پاس تو کُوٹی ہوئی کنک کے دو ٹوپے ابھی رکھے تھے بھڑولے کے اندر، پانی اور گیلاہٹ سے پرے۔ اُسے کیا کہ گاگری آئی کہ نہیں۔ پر وُہ آئی کیوں نہیں۔ چیوا کے پاس رہ گئی شائد۔۔ چیوا جس نے اُسے دوجی دیئے تھے۔ ایک تو آیا اور بنا سانس چلا گیا اور دُوجا اُس کے ویہڑے میں کھیلتا رہا اور پھر ایک سویر وُہ نیلا ہوا پڑا تھا۔ اُس کے سر میں چوٹ تھی جیسے کسی نے اُسے ڈنڈے سے مارا ہو۔

پاروشنی کی تنگی پُشت میں چٹائی دُکھنے لگی تو وُہ پاسا پلٹ کر اوندھی ہو گئی اور کنگنوں والا بازو

سر کی بجائے گالوں کے نیچے رکھ لیا۔ اب وُہ چھت کی بجائے ویہڑے میں برستی بارش اور گیلی زمین کو دیکھتی تھی اور اُس کی باس اُس کی چپٹی ناک میں آتی تھی۔

اُدھر بڑے پانی آجائیں اور ادھر ساتھ میں اوپر سے بھی برس پڑیں تو زمین تو پیچ گئی، اتنی پیچ گئی کہ کہی سے کھودتے چلے جاؤ، اور جہاں تک کھودو وہاں تک نمی ہو۔ تب بیج کیوں نہ پُھوٹے۔ اب کے سارے بیج پُھوٹ پڑیں گے، کنک، مٹری، کُسنبہ۔ بڑے پانی کھیتوں میں داخل ہوتے تو ساری لوکائی بستی کو آجاتی، اپنے ڈیرے چھوڑ کر وُہ واپس اپنے چھپروں تلے آ جاتے اور پھر وُہیں تب تک بیٹھے رہتے جب تک کہ پانی ڈوبو مٹّی سے پرے رُکھوں کے اندر جا کر پلٹ نہ آتے اور واپس دریا میں نہ اُتر جاتے۔

یہ آلکس اور آرام کے سمے ہوتے۔ نہ کوئی کھیتوں کو جاتا اور نہ دریا میں اُترتا۔ ڈوبو مٹّی یُوں بھی تازہ پانیوں میں ڈُوب کر بالکل پانی ہو جاتی اور اُس کے پکّے راستے بھی نرم پڑ جاتے، اُدھر کوئی نہ جاتا۔ ادھر گلیوں میں اور باہر کھیتوں کے آس پاس پانی گھٹنوں تک آجاتا اور جب اُترتا تو پاؤں کیچڑ میں دھنستے۔ سب لوگ آلکس سے اپنے اپنے گھروں میں آنکھیں موندے ویہڑوں کے چھپروں تلے لیٹے رہتے کیونکہ اندر کوٹھڑیوں میں تو نرا گُماں ہوتا، ہوا گُم اور اُس میں سانس خالی خالی۔ بڑے پانیوں کے ساتھ مینہ برسنے لگتا تو پھر لوگ بالکل ہی بند ہو جاتے۔ عورتیں مرد ذات سے پرے ہو کر بیٹھتیں کہ ان دنوں پنڈے چکنے ہو ہو جاتے تھے اور کام کاج کے بغیر دھیان بس اسی طرف جاتا۔

تنگی پیٹھ پر پانی کی ایک بوند گری اور اُس کا ایک حصّہ اُس کے کُولہوں پر سے دھیرے دھیرے ایک گیلا راستا بناتا نیچے اُترا اور اُس کی کمر تک پہنچتے ہوئے ختم ہو گیا اور دوسرا حصّہ دوسری طرف سوچ سوچ کے اُترا اور دونوں پاٹوں کے بیچ میں جذب ہونے لگا۔ پاروشنی کو اَچمنی سی ہوئی اور اُس نے بدن کے اُس حصّے کو ایسے ہلایا جُلایا جیسے کان میں پانی پڑ جائے تو سر کو ہلاتے ہیں۔ اُوپر چھپر، پیچ گیا تھا اور اب اُسے ٹپکتے رہنا تھا۔ اُس کے بازو اور کولہے کی ہڈیاں دُکھنے لگیں اور وُہ پھر سیدھی ہو کر لیٹ گئی اور چھپّر کو تکنے لگی جس میں سے اب بار بار پانی ٹپکتا تھا، اُس نے اپنا مُنہ کھولا اور تھوڑی دیر بعد ایک بوند کو گلے میں گرتے محسوس کیا۔۔۔ ورچن جانے آتا ہے کہ نہیں؟ گھاگرا کی اِس بستی اور اُدھر سندھو کے ساتھ جو بڑی بستیاں ہیں ان کے درمیان تو کئی چاند چکّروں کی مسافت ہو گی اور ان کے راستے میں جانے کیا کیا تھا جو ہم نہیں جانتے۔ ہو سکتا ہے وہ

راستے میں کہیں رہ گیا ہو اور اب کہیں ریت میں گلتا ہو یا مٹی میں دبا مٹی ہوتا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے اُس نے وُہیں کسی بستی میں ٹِک رہنے کا سوچ لیا ہو اور وُہ گھاگرا کو بھول چکا ہے۔ وُہ بھلکڑ تو تھا، ایسا ہی تھا۔ سمرو اور وُہ بڑے بیلی تھے اور وہ اُن دونوں میں فرق نہ کر سکی۔ اُس کو پکّا پکّا اندر سے سندیسہ نہیں آتا تھا کہ ان دونوں میں سے وُہ کون ہے جو اُسے چاہئیے۔

ورچن یا سمرو۔ سمرو یا ورچن۔ کس کے دیکھے سے اُس کا پنڈا ہولے سے تپتا ہے اور بیچ میں وُہ نرم ہوتی تھی۔ کس کے دیکھے سے۔ اور وُہ فرق نہ کر سکی۔ یُوں تو اُس کی جگہ کوئی اور ہوتی تو فرق کرتی بھی نہ دونوں کو دیکھ لیتی، دونوں اُس کے گھر والے ہو جاتے اور ایسا ہونا چلا آیا تھا پر پاروشنی فرق کرنا چاہتی تھی۔ پھر ورچن نے پوٹلی باندھ لی۔ وُہ بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ جیسے ساری بستی پانی کے دنوں میں گھروں میں بیٹھ جاتی ہے اور لوگ سوتے ہیں کھاتے ہیں اور پھر سو جاتے ہیں۔ وُہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ وُہ چلنا پھرنا چاہتا تھا اور تبھی وُہ پانی کے دنوں میں بھی باہر نکل جاتا۔ اُس کے تلووں میں کھجلی تھی جو اُسے چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی۔ اُدھر کبھی کبھار تیڑی واس آتے جو گھر نہیں بناتے اور سدا سفر میں رہتے ہیں۔ وُہ اپنی چیزوں کے بدلے بستی والوں سے کنک اور منکے لیتے تھے۔ ان کے ڈیرے پگلی کے آوے کے پاس والے رڑھے میدان میں ڈالے جاتے اور ورچن اُن کے پاس کھنچا چلا جاتا اور پھر وُہیں کا ہو رہتا۔ ادھر ہی اُن کے پاس ہی رہتا۔ اُن کے چلے جانے پر بھی وُہ جلی ہوئی لکڑیاں اور راکھ کو دیکھتا رہتا اور کئی دن اُسی میدان میں پڑا رہتا اور پھر پاروشنی اُس کے پاس جا کر کہتی "چل" اور وُہ لیڑے جھاڑ کر اُٹھ کھڑا ہوتا۔ بستی میں آ کر بھی وُہ کئی کئی دن چُپ بیٹھا رہتا، زبان نہ ہلاتا اور پھر کسی دن اُسے کہتا "دیکھ پاروشنی، رُکھوں۔ جنوروں اور پانیوں میں ہماری طرح ہی سانس ہے اور جان ہے پر وُہ ہماری طرح اپنی من مرضی سے چل پھر نہیں سکتے۔ تو ہم جو چل پھر سکتے ہیں ہمیں ایک جگہ ایک بستی میں ایک کنارے پر نہیں بیٹھنا چاہئے، چلنا پھرنا چاہئیے اور دیکھنا چاہئیے، پتہ نہیں کیا کیا ہے دیکھنے کو اور ہم نہیں دیکھتے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔" اور پاروشنی کہتی "۔ تو دیکھ۔ دیکھ پر یہ بھی دیکھ کہ جنور بھی اپنے جنگل سے، اپنے چارے کی جگہ سے دُور نہیں ہوتے، رُکھ اور بُوٹے بھی اپنی زمین میں اپنی جگہ میں ہی ہرے رہتے ہیں چلتے پھرتے نہیں تو بندے نے ضرور چلنا پھرنا ہے، نہیں ورچن ہم، جنور اور رُکھ اور بُوٹے سب ایک دوجے کے پاس پاس رہیں تو جیتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی دُور ہو جائے تو باقی کے سانس کم ہو جاتے ہیں۔ یہ سارے باٹ ہیں ہم جنور اور رُکھ اور بوٹے مل کر برابر رہتے ہیں نہیں تو ایک کے دُور ہونے سے ہلکے ہو جاتے ہیں اور ہمارا بھار نہیں

رہتا۔ ہم جنور اور ٹکھ اور بُوٹے۔۔ مینہ زور کا ہو گیا۔
چھپّر میں سے بوندوں کی بجائے پانی کی ایک موٹی دھار گرنے لگی اور پاروشنی اُس سے بچاؤ کے لئے پاسا پلٹ کر پرے ہو گئی۔

"بندہ بھی گبّن کرنے جوگا نہ رہے تو گھاس پھونس اور سروٹ ہو گیا، کسی نہ کام کا، کسی نہ کاج کا۔" دُھروا نے پیشاب ملے گوبر پر گرتے پانی میں اُٹھتی سفید سفید بھاپ میں اُکھڑا ہوا سانس لیا اور بیلوں کی جانب دیکھا جو بارش سے مُنہ موڑے ایک بڑی کوٹھڑی میں بیٹھے جوگالی کر رہے تھے۔

بڑے پانی دریا سے باہر آکر جب پھیلتے تو بیلوں کے اِس باڑے تک پہنچنے میں ایک دن یا ایک رات لگاتے اور جب یہ کوٹھڑیوں میں داخل ہوتے تو بیل ہنکارتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوتے جیسے اُن پر کسی دشمن نے حملہ کر دیا ہو۔ وُہ پانی میں پاؤں مارتے، دُمیں گھماتے اور ایک دوسرے کو اپنے جُثّوں سے دھکیلتے کہ شائد ایسے یہ پانی اُن کی کوٹھڑی سے نکل جائیں اور وُہ ایک مرتبہ پھر صاف اور سوکھی زمین پر بیٹھ کر اپنی ہی لِید میں دُمیں چلا سکیں۔ اتنے میں دُھروا بھی اپنی لنگی سر پر باندھے زور لگاتا اور پانی کو مُشکل سے دھکیلتا اندر آجاتا اور اُسے دیکھ کر وُہ سب شانت ہو جاتے اور آرام سے کھڑے ہو جاتے۔ اور اگلے چند روز اسی حالت میں کھڑے کھڑے گزار دیتے۔ ہاں اِس بار پانی اتنا چڑھا نہیں تھا اور وُہ کھڑے رہنے کی بجائے اس میں بیٹھ گئے اس طرح کہ اُن کی تھوتھنیاں اور ریڑھ کی ہڈیاں پانی میں سے اُبھری ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔

"گھاس پھونس اور سروٹ۔" دُھروا نے جانے کیوں غُصّے سے تھوکا۔ وہ دیوار کے ساتھ پکّی اینٹوں کے ایک چبوترے پر بیٹھا پانی کی اُس چمکتی چادر کو دیکھ رہا تھا جو دریا میں سے نکل کر پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ وُہ جانے کب کا اس باڑے کی رکھوالی کر رہا تھا۔ کب کا؟ اُس نے اپنے آپ سے پُوچھا۔ پتہ نہیں کب کا! اُس نے سر ہلایا۔ گھاس پھونس کا کیا ہے کب سے پڑا ہے۔
اُس کے بیج میں سے کوئی بچتا نہ تھا۔

ہر برس ناگری اُس کا بیج رکھتی، بال بچے کی آس لگتی اور جو کُچھ بھی ہوتا، پیدا ہوتا اور مر جاتا۔ جیسے بیج میں سے کونپل پھُوٹے اور پھُوٹتے ہی جُھلس جائے۔ کئی برس تک یہی ہوا۔ اور پھر وُہ گھاس پھونس ہونے لگا، کبھی کُچھ ہو جاتا اور اکثر کُچھ نہ ہوتا اور یہ وُہی دن تھا جب وُہ بالکل رہ گیا تو ناگری نے اُسے کہا تھا، دُھروا تو اب گھاس پھونس ہو گیا سروٹ ہو گیا، مرد نہ رہا۔ اور وُہ اُٹھ کر چلی

گئی اور پھر نہیں آئی۔

بہت دن ہوئے اور بہت راتیں گزریں اس بات کو، دُھروا نے بارش سے بھیگی ہوئی داڑھی کو ہتھیلی سے ٹھوڑی کے ساتھ جمانے کا چارا کیا۔ اب تو اُسے ناگری اور اپنے گھر میں ہونے والے بچّوں کی شکلیں بھی یاد نہ تھیں صرف بیلوں کی تھوتھنیاں اُس کے سامنے آتی تھیں، بیل جو لیٹے رہتے اور جوگالی کرتے رہتے۔ چارے کا بندوبست سب کا سانجھا تھا پر اُسے کاٹ کر بیلوں کے آگے ڈالنا دھروا کا کام تھا اور اُن کی لید کو صاف کرنا اور اگر وُہ ڈھیلے پڑ جائیں تو اُن کو خاص بُوٹیاں کھلا کر پھر سے ہٹا کٹا کرنا یہ سب اُس کا کام تھا۔

مہینے میں ایک آدھ بار کوئی اپنی گائے کو آگے لگائے آجاتا۔ "دُھروا" اور دُھروا فوراً کہتا "لو بھلا میں تمہارا کام نہ کروں گا۔ ادھر لے آؤ۔ یہاں پر اِدھر"۔ وُہ فوراً باڑے کے اندر جا کر ایک نظر سب بیلوں پر ڈالتا اور اُن میں سے ایک کی پُشت تھپکتا۔۔" اور وُہ اُسے چمکارتا ہوا باہر لے آتا۔ اکثر تو یہ ہوتا کہ گائے والا اور دھروا دُور ہو کر بیٹھ جاتے اور بڑے پانی، ڈوبو مٹّی میں ڈوبنے والوں یا گاگری اور پاروشنی کے جُنوں کی باتیں کرتے رہتے پر کبھی ایسا ہوتا کہ بیل تھوتھنی اُٹھائے کھڑا رہتا۔۔، اُسے دلچسپی ہی نہ ہوتی۔ تب دُھروا کا تجربہ کام آتا "اور وُہ اپنے ہاتھ سے سب کچھ نپٹا دیتا "لو بھئی اب کچھ ہونے پر دُودھ کی ٹوپی مجھے بھیج دینا"۔ وُہ یہ کام پُوری توجہ سے کرتا اور جب یہ کام ہو رہا ہوتا تو وُہ بڑے اطمینان سے اپنی گنجی کھوپڑی پر ہاتھ پھیرتا، اپنے ہونٹوں کو چُوستا اور عجیب نظروں سے مصروف بیل کو دیکھتا جاتا اور انجانے میں ہولے ہولے ہلتا جیسے وُہ اُس سمے گھاس پھونس اور سروٹ نہ تھا۔ اور جب زیادہ دن بیت جاتے اور کوئی اپنی گائے کو لے کر نہ آتا تو دُھروا جیسے سُست ہو جاتا، اور بوڑھا ہو جاتا، وُہ آنکھیں موند کر اونگھتا رہتا۔ بستی والے چارے کے گٹھے دیوار کے ساتھ لگا کر چلے جاتے اور وُہ اونگھتا رہتا۔

"دُھروا۔" اُس نے اپنے آپ سے کہا۔ "تو کیا اور تیری حیاتی کیا۔ تجھ سے یہ جنور اچھے جن کی تُو رکھوالی کرتا ہے"۔

اُس نے اپنے بیٹھنے کو جو پکّا چبوترہ بنا رکھا تھا وُہ دس اینٹ اُونچا تھا۔ پانی آنے پر وُہ اُس پر چڑھ کر بیٹھ جاتا۔ اُس نے ذرا آگے ہو کر نیچے دیکھا، اس بار پانی پچھلے برس سے ایک اینٹ نیچے تھا، شائد ابھی چڑھے گا۔

"دُھروا۔" اُس نے پھر اپنے آپ سے کہا "تجھے کئی راتوں سے یَم کے کُتّے دکھائی نہیں دیتے۔ کیوں دُھروا؟"

وُہ اُن کُتوں کی شکلیں بھی پہچاننے لگا تھا۔ کئی برسوں سے وُہی دکھائی دیتے تھے اور سب کو پتہ تھا کہ وُہ اُسے کسی نہ کسی دن اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ پر اُسے پریشانی تھی کہ وہ گئے کہاں۔ رات کو سوتے میں دکھائی کیوں نہیں دیتے۔

"دُھروا۔ تو گھاس پھونس اور سروٹ ہو گیا، کسی نہ کام کا، کسی نہ کاج کا۔" اُس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور دریا کی طرف سے بچھی آتی پانی کی چادر کو دیکھا جو اُسی کی جانب بڑھتی آتی تھی اور جس پر مینہ برستا تھا اور بُوندیں سوراخ ڈالتی تھیں۔

وُہ تینوں مُنہ کھولے، ایک دوسرے میں پروئے ہوئے اس طرح سوتے تھے کہ الگ الگ نہیں لگتے تھے کوئی دریائی جنور لگتے تھے جو چھ ٹانگوں اور چھ ہاتھوں والا ہے اور خشکی پر آکر سو رہا ہے۔ ماتی اُن کے پاس بیٹھی بیل کی پُونچھ سے اُن پر بیٹھنے والی برساتی مکھیاں اُڑاتی تھی جو اُڑتی کہاں تھیں اُن کے جُثوں سے چپکی رہتی تھیں۔ ماتی کی شکل وجہ پر کہیں کوئی رنج تھا یا دُکھ کی کالک تھی جو اُس کے مہاندرے کو سیاہ کرتی تھی۔ ماسا کا بھیگا ہوا سر جب اُس کے ویہڑے کی دیوار پر دکھائی دیا تو وہ اندر ہی اندر جان گئی کہ کچھ ہوا ہے۔

"کیا ہوا ماسا؟"

بُوڑھا ماسا بستی کا باسی نہ تھا، اب نہ تھا شائد کبھی تھا پر کسی کو پتہ نہ تھا۔ اگر وہ تھا تو کب تھا۔ بہت پہلے کی بات ہے کہ وہ کبھی اُدھر آنکلتا اور کنک اور جوار مانگ تانگ کر چلا جاتا پر یہ بہت پہلے کی بات تھی۔ اب وُہ کسی کو دکھائی نہیں دیتا تھا، پتہ نہیں وہ کہاں تھا اور پتہ نہیں وہ تھا بھی یا نہیں۔ کچھ پتہ نہیں۔ ایک بار پاروشنی نے اُسے رُکھوں کے اندر جنوروں کی طرح کُودتے دیکھا تھا اور اُس نے اُسے بُلایا تھا "مامن ماسا۔ مامن ماسا" پر ماسا نے شائد سُنا نہیں یا اُس سمے وُہ کچھ اور تھا ماسا نہیں تھا۔ اور ایک بار پھر جب وُہ جھیل سے لوٹتی تھی اور پیپل اور املی کے رُکھوں کی چھاؤں میں چلتی تھی تو ایک اور چھاؤں اُس کے اُوپر اُوپر چلی اور یہ ماسا تھا ایک رُکھ سے دوسرے پر کُودتا ہوا اور وُہ کہتا تھا "سُن پاروشنی۔۔۔ تو جب نہیں تھی تو میں بھی بستی میں رہتا تھا۔ پھر میرے جی میں چلنے پھرنے کی خواہش آئی۔۔۔ اُس بستی سے پرے، اِس جنگل کے پار جانے کو جی چاہا کہ دیکھوں پار جا کر کیا دکھتا ہے، اُدھر کیا ہے اور میں چلا گیا۔"

"پھر مامن ماسا؟" پاروشنی نے رُکھوں سے کہا۔

"پھر میں نے دیکھا کہ پار کیا ہے، اُدھر کیا ہے پر میں بتا نہیں سکتا۔ ہاں میں بتا نہیں سکتا۔

اور پھر میں چلا گیا۔"

"پر کہاں مامن؟"

"پتہ نہیں پر میں وہاں نہ رہا جہاں پہلے تھا اور میں چلا گیا۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ پار کیا ہے، اُدھر کیا ہے۔"

"کیا ہے؟"

ماسا اتنے زور زور سے ہنسا تھا اپنے بچے کھچے دانت نکالتے ہوئے کہ اوپر رُکھوں میں بہت سارے پکھیرو ڈرے اور پھڑپھڑائے اور پاروشنی بھی خوف کے مارے تیز چلنے لگی اور ماسا کی آواز پیچھے رُکھوں میں رہ گئی، یہی کہتی کہ میں نے دیکھ لیا تھا کہ پار کیا ہے۔ اُدھر کیا ہے۔۔۔ اور وُہ وُہیں رہتا تھا رُکھوں کے اندر کہیں اپنی من مرضی سے۔

"کیا ہوا ماسا؟" ماتی نے ویہڑے کی دیوار پر اُس کا بھیگتا ہوا سر دیکھ کر کہا وہ جانے کتنے برسوں بعد بستی کی طرف آیا تھا۔

"ماتی، تُو ادھر آ"۔ اُس کی گہری آواز برستے پانیوں کے شور میں بھی الگ تھی۔ وُہ چھپّر کا بچاؤ چھوڑ کر دیوار کے قریب آگئی اور بھیگنے لگی "۔ ہاں"۔

"ماتی تیرے کھیت سُوکھے ہیں۔"

ماتی کا سارا ماس ہنسنے سے چھل چھل ہلنے لگا اور وُہ ہنستی گئی "ماسا تو رُکھوں میں رہ کر جنور ہو گیا۔ پانی برستا ہے اور تو کہتا ہے کہ کھیت سُوکھے ہیں۔ ہاہا۔ ہاہا"

"میں اُدھر سے اپنے ٹھکانے سے جو نکل کے ادھر آج آیا ہوں تو نرا تجھے بتانے کو آیا ہوں" وہ اُسی ٹھہری ہوئی گہری آواز میں بولا "اُوپر کا پانی تو پڑ رہا ہے پر وُہ پانی جس سے بیج پھُوٹے گا جو دریا کی مٹّی کو ساتھ لاتا ہے اور جس مٹّی کی کوکھ میں زور ہے وُہ پانی نہیں پہنچا وہاں پر۔"

"بڑے پانی؟"

"ہاں۔ دریا کے پانی۔ تیرے کھیتوں کے آس پاس جا کر ٹھہر گئے ہیں اور ابھی تک وُہیں ہیں اور آج کل میں واپس چلے جائیں گے۔ تمہارے کھیت سُوکھے رہ جائیں گے"

ماتی کی شکل پر جو دُکھ کی کالک تھی وُہ اور گہری ہوئی۔ اُسے بھی رات کو سوتے ہوئے شک ہوتا تھا پر وُہ کہتی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بڑے پانی آئیں اور اُس کے کھیتوں میں چلے بغیر واپس ہو جائیں۔ پچھلے برس ایسا ہوتے ہوتے بچا تھا۔ پانیوں میں اب وُہ زور نہیں تھا۔ بس وُہ آئے تھے اور اُس کے کھیت میں ٹھہر کر آگے نہیں گئے تھے، ڈوبو مٹّی کو، نہ رُکھوں کو اور نہ جھیل کو اور ابھی

کل کی بات ہے کہ وُہ وہاں تک جاتے تھے۔

ماتی نے ماسا کو دیکھا اور وُہ سر ہلا کر بارش میں گُم ہو گیا۔

وُہ چھپّر تلے واپس آئی اور وہاں گھڑولی پر رکھے ایک گھڑے کو دونوں ہاتھوں سے اُٹھا کر اُسے اُن تینوں پر اُلٹا دیا جو کُچھا مُچھا ہو کر سو رہے تھے۔ وُہ ہڑبڑا کر اُٹھے تو ایک دریائی جنور کی بجائے تین الگ الگ مرد نظر آنے لگے۔

"ماسا آیا تھا۔ پانی ہمارے کھیتوں کے اندر نہیں گئے۔ جاؤ"

وُہ تینوں اُٹھے اور باہر نکل گئے۔

"اِسے ہاتھ لگا۔"

"نہیں"

"کچھ نہیں کہے گا ورچن اسے ہاتھ لگا"

اور ورچن کانپتا تھا اور اُس کے مہاندرے پر سرسوں پیلی ہوتی تھی اور اُس کی کچھوں میں پسینہ آتا تھا۔۔۔

پورن ہنسا اور زور سے ہنسا اور سندھو کے کنارے پھیلی ڈوبو مٹی میں سے دو بگلے ٹھٹک کر اُڑے اور ہوا ہوئے۔۔۔

"اِسے ہاتھ لگاؤ ورچن۔"

"پرے کرو اس جنور کو جس کا ڈر میرے اندر اندھیر کرتا ہے۔ پرے کرو"

"یہ جنور نہیں ورچن ہمارا بیلی ہے جو ہمیں تمہارے پاس لایا۔ "پُورن نے اُس کی تھوڑی تھوڑی دیر بعد کپکپاتی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور ورچن کو دیکھا" اِس سے ڈرو نہیں۔ یہ یہاں کا جنور ہے جیسے میں یہاں کا ہوں ویسے یہ ہے اور تمہیں اب یا کچھ دیر بعد اس کے پاس آنا ہو گا، اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھنا ہو گا۔ اب یا کچھ دیر بعد"۔

"نہیں۔ اِسے پرے رکھو" ورچن کے پیلے پڑتے مُہاندرے پر بے بسی تیرتی تھی "اِس کا ڈر میرے بس میں نہیں۔ یہ کہیں بہت اندر ہے میرے میں کہیں ناڑوں میں اور رَت میں گھلا ہوا۔ یہ نرا جنور ہوتا تو میں اس کی پیٹھ میں دانت گاڑ کر اس کی ساری رَت پی جاتا۔ میں یُوں تو ڈرا کل نہیں ہوں پُورن، میں نے گھاگرا سے یہاں تک کی ریت اور رُکھوں میں اکیلے سفر کیا ہے، مین ڈرا کل نہیں لیکن یہ جنور یہ جسے ہم اسوا بولتے ہیں، لمبی تھوتھنی اور گردن پر مٹی رنگ لمبے بالوں والا جس کی پیٹھ تھرکتی رہتی ہے ہماری سمجھ سے بھی تیز چلتا ہے۔ اس کے سُم پکی اینٹ پر آئیں تو چنگاریاں نکلتی ہیں۔ یہ نہ ہوتا تو تم یہاں نہ ہوتے"۔

"ہو۔ ہو" پُورن نے گھوڑے کی پیٹھ تھپک کر باگ سمیٹ کر اُس پر ڈال دی اور ورچن کے پاس چلا آیا۔ "تمہاری مَت ماری گئی ہے"

"ہم تمہارے داس جو ہوئے۔ ہم تو آناسا ہیں تمہارے جن کی ناک نہیں ہے اور اسی لئے ہماری مَت بوجھ بھی کم ہے تم سے"

"میں نے کبھی تمہیں داس کہا؟"

"تمہارے بھائی بند جو کہتے ہیں۔"

"کبھی آناسا کہا؟"

"وہ تو میں ہوں۔" ورچن کی سیاہ رنگت پر جیسے ڈھلتا سُورج بُجھنے لگا" اور میری نسل ہے آناسا۔ ہماری ناک ویسی ہے جیسی ہماری زمین ہے پَدھری اور ہموار۔ اور تمہاری ناک ویسی ہے جدھر سے تم آئے ہو، اونچی اور ٹھنڈی۔ اس میں کوئی شرم نہیں ہم آناسا تو ہیں بغیر ناک والے"۔

سندھو اور موہنجو کے درمیان پھیلے کھیتوں میں کنک ابھی ہری تھی اور اس کے سِٹّوں میں پہلا دانہ پڑا تھا۔ سِٹّوں کے اِدھر سندھو پھیلتا تھا اور اُدھر ہرے بھرے کھیتوں کے ساتھ موہنجو کی پدھری چھتیں دُور تک جاتی تھیں۔ کھیتوں کے ساتھ اینٹوں کے بھٹّوں کے قریب ویران میدان میں ورچن کھڑا کانپتا تھا، اُس سے تھوڑی دُور پُورن بازو سمیٹے سر جھکائے زمین کو دیکھتا تھا اور اُن کے درمیان ایک مٹّی رنگ کا لشکیلا اور زور والے بڈ پیر کا جنور کھڑا دُم ہلاتا تھا اور ڈوبو مٹّی پر پلنے والی زہریلی مکھیوں کو اپنی پیٹھ پر سے جھاڑتا تھا۔ اور سُورج نیچے ہو رہا تھا۔

"اگر یہ نہ ہوتا تو ہم یہاں نہ ہوتے" پُورن نے جیسے خود سے کہا اور پھر ورچن کو یُوں دیکھا جیسے دشمن کو دیکھتے ہیں۔ "میں کہیں سے نہیں آیا ورچن میں یہیں کا ہوں اِس زمین کا۔ تم بار بار یہ مت بولو کہ تم جدھر سے آئے ہو اور تم اِس جنور پر بیٹھ کر آئے ہو۔ میری جَم پَل یہاں کی ہے موہنجو کی۔ یہی میرا دیس ہے۔ میں کہیں سے نہیں آیا"

"اور تمہاری میّا اور تمہارا باوا؟"

"میری میّا تمہاری نسل کی تھی اور ہری یوپیا میں مٹّی کے گھگھو گھوڑے بناتی تھی اور میرا باوا اُدھر جب رُتوں کی تیزی اور خشکی سے گھبرا گیا اور اُس نے سُنا کہ ادھر سات ندیوں کی اِس زمین پر موسم جُتّے کو نہ سکیڑتے ہیں اور نہ جلاتے ہیں اور یہاں کی زمینوں میں سے کنک اور جوار ایسے اُبلتی ہیں جیسے پہاڑوں کی ندیوں میں پانی۔ تو وُہ اپنے جنور کی پیٹھ پر سوار ہوا اور ادھر آ گیا۔"

"اور تم جیسے گوری رنگت کے اور اونچی اور ٹھنڈی ناکوں والے جو پچھلے کئی برسوں سے اُدھر سے اِدھر آ رہے ہیں اور اُن کا ریلا ختم ہونے میں نہیں آتا جو ہمارے کھیتوں کی سرسبزی روندتے آتے ہیں اور ہماری عورتوں میں۔۔۔"

"میرا باوا اُن کے ساتھ نہیں تھا وُہ تو اکیلا آیا ادھر۔۔ دیکھ لو" اُس نے ہتھیلی اُلٹ کر اُس کی آنکھوں کے سامنے کی"۔۔ ابھی سے فرق پڑ گیا ہے۔ میرا رنگ میرے باوا جیسا نہیں تم جیسا ہونے کو ہے میں آدھا اپنی ماں کا ہوں۔ اور میں بھی تم میں سے کوئی اپنے بیج کے لئے چُنوں گا اور یُوں ہولے ہولے ہماری آل اولاد میں ایک ہو جائیں گی اور ہم۔۔۔"

پُورن نے گھبراہٹ میں سر اُٹھایا کہ جب ورچن نے "کبھی نہیں۔" کہا تو اس کی آواز میں لرزش تھی"۔ تم باہر والے ہو اور باہر والے ہی رہو گے۔ تمہارا رنگ مٹّی ایسا کبھی نہ ہو گا۔ تمہاری ناکیں ہمارے کھیتوں اور پانیوں کی باس سے اونچی ہی رہیں گی۔ تم کبھی نہیں جانو گے کہ کنک کے سِٹّے میں پہلا دانہ پڑے تو وُہ کیسے مہک کر اپنے آنے کا بتاتا ہے۔ تمہیں پتہ ہے کہ تم نے ہمارے موہنجو کو کیا سے کیا کر دیا ہے؟ یہ کیا تھا اور اب کیا ہے؟"

پُورن خاموشی سے پر بدن میں جڑیں پکڑتے غصّے کے ساتھ اُسے تکتا رہا اور اُس کی سُنتا رہا اور پھر بھی اُس کا جی چاہا کہ یہ بول لے اور وُہ بولتا رہا "ہم اپنے چھپروں میں اپنے گھر میں اپنی حیاتی کرتے تھے۔ بُرے بھلے جیسے بھی تھے اپنے گھر میں تھے اور حیاتی کرتے تھے۔ پھر ہمارے کانوں میں تمہارے جنوروں کے سُموں کی دھمک آئی اور ہماری زمین ہلنے لگی اور اتنے برس ہو گئے پھر بھی ہم ابھی تک اُس دھمک کو سنتے ہیں اور ہم سو نہیں سکتے، ہمارا چین کھو چکا ہے۔ موہنجو کو جو ہاتھ مہاندرہ دیتے تھے، اسے سنوارتے تھے وہ تم نے کاٹ دیئے کیونکہ تم ہاتھ سے کام کرنے والے لوگوں کو نیچ سمجھتے ہو۔ تم یہ جو موہنجو دیکھتے ہو جس کی چھتیں تمہیں دکھائی دے رہی ہیں تو یہ وُہ نہیں جو کبھی آج سے ہزار برس پہلے تھا۔ یہ تو اب مٹّی ہو رہا ہے"

"بازار بھرے ہوئے ہیں، سندھو میں کشتیاں ہیں اور گوداموں میں کنک بھری ہوئی ہے تو مٹّی کیسے ہو رہا ہے؟"

"جس سمے کوئی شے ہمیشہ کے لئے ڈھے جانے کو ہو تو اُس سے پہلے بازار بھر جاتے ہیں اور دریا میں کشتیاں ہوتی ہیں اور گوداموں میں کنک بھر جاتی ہے۔ ڈھے جانے سے ذرا پہلے۔" ورچن نے سر جھکایا اور تھکاوٹ کے قدم اٹھاتا کھیت کے کنارے تک گیا۔ کنک کے اِس کھیت میں سے شام آنے کی ٹھنڈک آتی تھی اور اس کے دوسرے کنارے سے ڈوبو مٹّی شروع ہوتی تھی اور اُس سے

پرے سندھو تھا اور اُس میں دُور دیس سے آنی والی ایک بڑی کشتی تیرتی تھی۔

"تو پھر تم اس کی پیٹھ پر نہیں بیٹھو گے؟" پُورن نے چیخ کر کہا اور ڈوبو مٹی میں سے ایک اور بگلا ٹھٹک کر اُڑا۔

ورچن پیچھے نہیں مُڑا کھیت کو دیکھتا رہا۔

"ورچن تم جانتے ہو کہ ہم ادھر کو کیوں آئے"۔ پورن ایک بار پھر چیخا" اس لئے کہ تم نکمے اور سُست تھے۔ نہ تمہاری شکل کام کی تھی اور نہ تم میں کوئی سمجھ بُوجھ تھی، تم بودن تھے بودن سارے کے سارے۔ اپنی زمین پر کام کم کرتے تھے اور سوتے زیادہ تھے اسی لئے ہم تمہیں "پانی" بھی کہتے ہیں، کنجوس اور چھوٹے دل والے۔ دیوی دیوتاؤں کو نہ ماننے والے، اُن کی تعریف نہ کرنے والے۔۔ اور ہم؟ ہم تو اپنے اُڑتے ہوئے گھوڑوں پر بیٹھے اُن سے بھی آگے نکلتے تھے۔ ہمارا رنگ رُوپ دیکھ کر تمہارے پنکھ پکھیرو اُڑنا بھولتے تھے۔ اور ہم اپنے ساتھ کیا کیا لے کر آئے، کالی دھات جو تمہارے تانبے سے زیادہ سخت تھی اور کھوپڑی میں اُترنے سے لچکتی نہیں تھی۔ رتھیں جو تمہارے بیل گاڑیوں کو دکھائی نہیں دیتی تھیں اور پھر ہمارے زور والے دیوی دیوتا جو ہم ساتھ لے کر آئے۔"

ورچن کی گردن گھومی اور اُس نے پیچھے دیکھا اور اُس کا چہرہ اور سیاہ ہوتا تھا "ہر شے یہاں کی تھی جسے تم نے نیا نام دے کر اپنا بنا لیا۔ ہمارے دیوی دیوتا۔ ہماری بولی مردھر اوچ۔ اور تو اور ہمارے دریا اور ندیاں، وُہ تو تم ساتھ نہیں لائے پر اُن کو بھی اپنے نام دے کر اپنا کہتے ہو۔ پُورن اگر میں نکما ہوں اور سُست ہوں اور میرا رنگ رُوپ اچھا نہیں تو کیا ایک پُھرتیلے اور سوہنے بندے کو میرا کھیت زور سے لے لینا چاہئیے؟ وہ کھیت جو اُس کی زمین پر ہے اور زمین اُس کی ساری نسلوں کی ہڈیوں سے بنی ہے؟۔"

پُورن نے ورچن کو گھورا۔ پھر اپنے بالوں میں کُھجلی کی اور گھوڑے کے پاس جا کر اُس کی پیٹھ تھپکنے لگا۔

"اور اگر کوئی بندہ تم سے۔ پُورن سے زیادہ جان والا ہے، اُس میں زور بہت ہے تو کیا وُہ پُورن کے گھر کا مالک بن جائے تو ٹھیک ہے۔ اگر وُہ اس گھوڑے کو تم سے چھین کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر چلا جائے تو ایسا ہی ہونا چاہئیے؟۔"

گھوڑے کی چمکیلی جِلد ہلکی سی تھرائی، ہوا میں ٹھنڈک بڑھتی تھی، سُورج ڈوب چکا تھا۔

ورچن کھیت پر جُھکا اور کنک کے ایک بُوٹے کو اکھاڑ کر اُس کے کومل سِٹّوں کو دانتوں میں

رکھ کر چُوسنے لگا۔ اُس نے ایک ہرا سِٹّہ مُنہ سے نکال کر اُسے ہتھیلی پر رکھ کر انگوٹھے سے مَسلا۔ سبز چھلکے میں ایک ہرا اور گیلا دانہ تھا"۔ پُورن" وُہ لمبی لمبی پلانگیں بھرتا اُس کے پاس جا پہنچا۔ "دیکھ پُورن دیکھ۔ کنک کے سِٹّے میں دانہ پڑ گیا ہے، اِسے ہم ہری کنک کہتے ہیں۔" خوشی سے ورچن کے دانت مُنہ میں نہیں آتے تھے۔

پُورن مسکرایا اور سر جھٹک کر بولا "اتنی چھوٹی سی بات پر کتنے خوش ہوتے ہو"

"اس لئے کہ میں آنا سا ہوں" ورچن نے دانہ ہتھیلی پر رکھ کر اُسے سُونگھا"۔ اور میرے لئے پہلی خوشی بیج کا پھوٹنا ہے اور پتّے نکالنا ہے۔ دوسری خوشی سِٹّے میں دانہ پڑنا ہے اور تیسری اور سب سے بڑی خوشی اس دانے کے پکنے پر اِسے جھاڑ کے گھر لانا ہے۔"

"اور پاروشنی؟"

ورچن نے دانے پر سے نظریں ہٹا کر پُورن کو دیکھا جو گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈالے کھڑا تھا۔ "وُہ بھی ایک خوشی ہے۔"

دونوں کے جسموں میں جو گرمی تپنے لگی تھی وہ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ وہ جیسے گرم ہوئے تھے ویسے ہی ٹھنڈے ہو گئے اور ایک دوسرے سے کچھ نظریں چُرانے لگے کہ دونوں یونہی بھڑک اُٹھے تھے۔

"اب جو میں ادھر سندھو کے کنارے کھڑا ہوں تو اب اس سمے ہماری بستی کے کھیتوں میں بھی کنک میں دانہ پڑ چکا ہو گا اور پاروشنی سِٹّوں کو مسل کر اُنہیں سُونگھتی ہو گی۔ اگر میں کل سویرے یہاں سے چلوں تو شائد کنک کے پکنے پر پہنچ جاؤں۔ شائد!"

پُورن اُس کے پاس آیا اور وُہ ورچن سے کم سے کم ایک ہاتھ اونچا تھا۔ "دیکھ تو میرا جنور لے جا اِس پر سوار ہو کر جاؤ، کٹائی سے بہت پہلے تو اُدھر ہو گا، جتنی دیر میں یہ ہوا وہاں ہو گی اتنی دیر میں"

"نہیں۔" ورچن بد کا "میں اسوا کو اپنی بستی میں لے کر نہیں جاؤں گا۔"

"اچھا اچھا" پُورن نے سر ہلایا اور باگ کے چمڑے کو ہتھیلی کے گرد لپیٹ کر زمین پر بیٹھ گیا "تم کیسے اور کدھر سے جاؤ گے؟"

ورچن آلتی پالتی مار کر بیٹھا اور زمین پر ایک لکیر کھینچ دی۔ پُورن اُس پر جُھکا کیونکہ روشنی کم ہو رہی تھی "اِدھر موہنجو ہے۔ اور یہ سندھو۔ اِسے میں کشتی سے پار کر لوں گا اور دوسری طرف جا اُتروں گا۔ پھر یہاں سے سروٹوں کے اِس جُھنڈ میں" اُس نے دو چار اور لکیریں کھینچیں۔

"اور پھر یہ رُکھ۔ اور یہ ریت اور ادھر شتدری آئے گا اور اس کے پار جانا ہو گا اور پھر اس کے ساتھ ساتھ وہاں تک جہاں یہ گھاگرا میں جا ملتا ہے۔"

"سرسوتی میں۔" پُورن جھکا ہوا بولا۔

"نہیں گھاگرا میں۔"

"رِگ وید میں تو یہی آتا ہے۔"

"یہ رگ وید سے پہلے تھا اور گھاگرا تھا۔ اور ہے۔ اِسے دریا ہی رہنے دو دیوی بنا کر دُور مت کر دو۔"

"ہاں تو پھر؟" پُورن نے سر جھکا۔

"پھر میں گھاگرا کو چھوڑ کر ریت میں جاؤں گا اور تین دن اور تین رات کے بعد اُن رُکھوں میں جا پہنچوں گا جو ڈوبو مٹی کے ساتھ ہیں"

"تم اِس گھاگرا کے ساتھ ساتھ کیوں نہیں چلتے؟"

"یہ سیدھا نہیں ہے، بل کھاتا ہے اور پینڈا زیادہ ہو جاتا ہے اور اس لئے۔۔۔"

"ہاں شائد تم کٹائی تک پہنچ ہی جاؤ۔۔۔ آؤ گھر چلتے ہیں"

ورچن کے مُنہ میں ہرے دانے کی تازگی اور کچا پن گھلتا تھا۔ وُہ لُنگی جھاڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ کھیتوں سے پَرے اینٹوں کے کئی بھٹے تھے جن میں سے دھواں نکلتا تھا اور نیم سیاہ آسمان میں کالے رُکھوں میں جاتے ہوئے کسی گھوڑے کی طرح گُم ہوتا تھا۔ یہاں سندھو کے ساتھ کے رُکھ بھٹوں میں کام آ رہے تھے اور کم ہو رہے تھے۔ اُدھر بڑے بڑے کنک گھر تھے جو ابھی خالی پڑے تھے اور جو اگلے ماہ بھرنے والے تھے، دُور نزدیک سے واہکوں نے آنا تھا اور یہاں کنک دے کر موہنجو کے بازار سے بہت کُچھ لینا تھا۔ بھٹوں سے پرے سندھو کا وُہ حصّہ تھا جو کہتے تھے کہ پاتال سے بھی گہرا ہے اور اس کے ساتھ پکّی اینٹوں کے چبوترے بنا کر کشتیاں کھڑی کرنے کے لئے جگہ بنائی گئی تھی۔ یہیں پر سمندر سے سندھو میں آنے والے لوگ اُترتے تھے اور اُن کے تھیلوں میں سے سونا، چاندی، تانبہ، سبز پتھر اور دوسری ان دیکھی چیزیں نکلتی تھیں۔ اِسے کشتی گھر بھی کہتے تھے اور اس کے عین سامنے ایک اونچا دروازہ موہنجو کی ایک سیدھی اور دُور تک جاتی گلی پر کُھلتا تھا۔ اس گلی میں بیل گڈ کھڑے رہتے تاکہ کشتیوں سے اُترنے والے بدیسی مال کو موہنجو کے اندر لے جا سکیں۔ یہ بیل گڈ کئی کئی دن تک کھڑے رہتے اور ان کے بیلوں کے سروں پر دریائی پرندے آرام کرتے۔ کشتی گھر کے سامنے دریا میں کھڑی ایک کشتی پر بہت سارے

پرندے اُڑتے تھے، شائد اُس میں مچھلیوں کا ڈھیر تھا اور کشتی والا کہیں گیا ہوا تھا۔ پانی تک جانے والی لکڑی کی سیڑھی پر ایک آنا سا بچّہ بانس کے ساتھ باریک رسیّوں کا ایک جال باندھے اُسے پانی میں ڈبو کر باہر لاتا تھا لیکن اس وقت مچھلی ادھر نہیں تھی۔

ورچن اور پُورن کشتی گھر والے دروازے میں سے گزر کر موہنجو کے اندر گئے۔

بڑی گلی میں لوگ بہت تھے اور کھیتوں سے واپس آنے والوں کی بیل گڈیں اُس میں شور کرتی چلتی تھیں۔ وہ دونوں گلی کے پچھواڑے میں ہو گئے جہاں گھروں کے دروازے تھے اور پکّی اینٹوں کی چُنی ہوئی دیواروں میں کُوڑا باہر پھینکنے والے ترچھے سوراخ تھے۔ گلی کے بیچ گندے پانی کے لئے نالیاں تھیں جو سُرخ اینٹوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

"تم تھک گئے ہو تو اس پر بیٹھ جاؤ۔" ورچن نے دیکھا کہ وہ تھک رہا ہے۔

"نہیں میں تمہارے ساتھ ساتھ چلتا ہوں۔" پُورن بولا پر اُس کے کہنے میں گرمی نہیں تھی۔

دونوں چُپ چلتے گئے۔ گھوڑے کے سُم نالیوں کی ڈھکنے والی اینٹوں پر پڑتے تو اندر کی کھوکھلی آوازیں باہر آتیں۔

پُورن۔۔۔ میں جانتا نہ تھا کہ جونہی میں گھاگرا کے کنارے سے الگ ہو کر سندھو کی زمین پر آؤں گا تو اُدھر تم ہو گے۔ پہلے میں نے تمہیں دیکھا اُسی میدان میں کھڑے ہوئے اور تمہیں دیکھ کر میں نے آنکھیں جھپکیں کہ تم اپنی نسل کے پہلے تھے جو میری آنکھوں کے سامنے آئے۔ تمہاری رنگت اور ناک اور قد بُت کو دیکھ کر مجھے اچنبھا ہوا۔ اور پھر میں نے تمہارے اِس جنور کو دیکھا جو سر جھکائے اس وقت موہنجو کے مکانوں کے پچھواڑے میں نالیوں کو ڈھکنے والی پکّی اینٹوں پر چلتا ہے تو میرا اندر اُلٹ گیا کہ بھاگ ورچن اپنی بستی کو جا۔ پر ساتھ میں یہ ڈر بھی پھیلا کہ یہ دونوں مجھے واپس ہوتے دیکھیں گے تو شائد میرے پیچھے پیچھے چلتے آئیں گے، یہ جو یہاں ہماری زمینوں پر، ہمارے پانیوں پر پھیلتے ہیں اور ان کے مالک بنتے ہیں تو یہ وہاں میری بستی میں بھی پہنچ جائیں گے۔ ان کا اسوا ہمارے بیلوں سے تیز اور ترکھا ہے۔ ان کے پاس کالی دھات ہے جو ماس کاٹتی ہے اور یہ اونچے ہیں قد کے اور ناک کے اور ان کی رنگت گوری ہے اور اکھیاں نیلیاں ہیں۔ یہ ہر بات میں دیوی دیوتاؤں کی بات کرتے ہیں اور انسانوں پر کالی دھات چلاتے ہیں۔ ان کے جُسے ہم سے زور والے ہیں اور ترکھے ہیں اور یہ ہولے ہولے ہمیں زمین سے اور پانیوں سے اور کھیتیوں سے دھکیلتے جاتے ہیں۔

ایک گھر میں سے کچھ کوٹنے کی آواز آئی دَھم۔ دَھم۔ اور اُس کے ساتھ میں کُہنی تک آئے کنگنوں کی کھنک بھی سنائی دی۔ پُورن نے ورچن کو دیکھا جو اپنے آپ میں گُم تھا۔

میں نے تمہیں بتایا نہیں کہ میں اس زمین کا جَم پَل ہوں۔ میری رنگت ہولے ہولے بدل جائے گی اور میں تم جیسا ہو جاؤں گا۔ تم مجھے غصّے کی آنکھ سے مت دیکھو۔ میں جانتا ہوں کہ میرے بھائی بند تمہیں نفرت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں، تمہیں داسُو، داس اور آناسا کہتے ہیں پر میں اُن کے ساتھ نہیں کہتا۔ وُہ مُدتّوں سے ہر برس پہاڑوں سے اُترتے ہیں اور سندھو کے میدانوں میں پھیلتے ہیں اور اُن میں سے کچھ کالی دھات سے تمہارے سَروں میں دراڑیں ڈالتے ہیں، تمہاری عورتیں اُٹھالے جاتے ہیں اور تمہاری بستیاں اُجاڑتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ وُہ ایسا کرتے ہیں اور ایسا ہونا تھا ورچن۔ تمہارے جسموں میں آلکس ہے اور تمہاری آنکھوں میں نیند ہے۔ اور تمہارے دریا سُست ہو چکے ہیں۔ کوئی بھی زمین کا پُتر نہیں ہوتا، نِرا اُس زمین پر پیدا ہونے سے وُہ تمہاری نہیں ہو جاتی جب تک کہ تم اُس کی خدمت نہ کرو، اُس کی چاکری نہ کرو۔ تمہاری باہوں میں تو زور ہی نہیں رہا تم کیا خدمت کرو گے۔ پہلا دن یاد ہے!

دو برس پہلے اُسی میدان میں سندھو کے کنارے اینٹوں کے بھٹے کے سامنے کشتی گھر کے پاس میں اپنے اِسی گھوڑے کو سدھاتا تھا کہ یہ نیا نیا پہاڑوں میں سے آیا تھا اور اِس کے سُم ہموار زمین پر پڑتے تھے تو لڑکھڑاتا تھا۔ اِسے میں نے اُدھر سے آنے والے ایک بھائی بند سے لیا تھا۔ اور آج شام کی طرح سُورج نیچے ہو رہا تھا اور تم دوسری طرف سے موہنجو کو آنے والی اور سندھو پر تیرتی ایک کشتی میں سے باہر آئے تھے، باہر آئے تھے اور اپنے سامنے تم نے دیکھا تھا اور اپنے سامنے تم نے موہنجو کو دیکھا تھا اور تم نے بار بار اپنا سر جھٹکا تھا جیسے تم دیکھ نہیں سکتے اندھے ہو گئے ہو۔ تمہاری آنکھوں سے یقین چلا گیا تھا اور وہاں ڈر پھیلا تھا کہ ہیں یہ کیا ہے، میرے سامنے انسانوں کی اتنی بڑی بستی۔۔ تم نے مجھے خود بتایا تھا کہ تم نے جب پہلی بار موہنجو پر نظر ڈالی تو تم آنکھیں جھپکتے تھے کہ یہ اب وہاں نہیں ہو گا، یہ اب وہاں نہیں ہو گا اور وُہ وہاں رہا۔۔ اور تب اُس شام جب سُورج زمین کو جُھکتا آتا تھا ادھر میں اپنے گھوڑے کو تھپکتا تمہیں دیکھتا تھا اور تمہاری آنکھوں میں تیرتی بے یقینی کو سمجھتا تھا۔ تم تو کسی ایسی بستی سے آئے تھے جسے صرف تم جانتے ہو اور جو پتہ نہیں کہاں ہے اور اگر ہے تو اُس میں چند گھر ہوں گے پر ادھر تو وہ لین دین کرنے والے جو بدیسوں سے آتے ہیں اور موہنجو سے بھی بڑی بستیوں سے آتے ہیں وُہ جب سمندر سے کشتی گھر میں آتے ہیں اور سندھو سے پہلی بار موہنجو کو دیکھتے ہیں تو

اُن کا بھی یہی حال ہوتا ہے اور وُہ اِس بستی کو تمہاری طرح بے یقینی سے دیکھتے ہیں۔ ٹھیک ہے یہ موہنجو تمہاری نسل نے بنایا اور بسایا پر اس کا وقت پورا ہو گیا۔ اب سندھو سے بڑے پانی نکلتے ہیں تو کھیتوں پر سے گزر کر گلیوں اور گھروں کے اندر تک مار کرتے ہیں اور اُن کو کمزور کرتے ہیں اور اُن کی تہوں میں بیٹھتے ہیں۔ دیکھو یہ کلّر جو موہنجو کی اینٹوں اور دیواروں میں سے پُھوٹتا ہے، بڑے تالاب کے آس پاس اور کنک گھر کے فرش میں سے نکلتا ہے۔ اور اس کلّر کی وجہ سے ایسا ہے کہ جیسے ایک پرندہ جو اونچی اُڑان کرتا ہے پر ایک روز وُہ نیچے آتا ہے کیونکہ اُسے نیچے آنا ہوتا ہے۔ ایسے موہنجو بھی اُڑان کے بعد اب نیچے آرہا ہے۔ ایسا ہونا تھا ہم نے نہیں کیا، اس کی اینٹیں جواب مٹّی ہو رہی ہیں اُنہوں نے کیا اور بڑے پانیوں نے کیا۔ اور تمہاری آلکس اور نیند سے بوجھل آنکھوں نے کیا۔ ہاں تو تم کشتی سے باہر آتے تھے، باہر آتے تھے اور پھر تم نے اپنے سامنے دیکھا تھا اور اپنے سامنے تم نے پہلی بار موہنجو کو دیکھا تھا اور اُس لمحے میں اِس مُنہ زور کو جو اب نالی کو ڈھکنے والی پکّی اینٹوں پر سنبھل سنبھل کر چلتا ہے، سدھاتا تھا۔ میں نے اس کی پیٹھ پر پیار کا ہاتھ رکھا اور پھر سندھو کے کنارے تک گیا جہاں تم آنکھیں کھولے بُت کھڑے تھے۔ تم نے مجھے دیکھا اور میری رنگت اور میری ناک کو دیکھا تو تمہاری آنکھیں اور کُھلیں کہ تم نے اس سے پہلے مُجھ ایسا کوئی نہ دیکھا تھا، ہم جو گھوڑوں پر سوار پہاڑ سے اُترے تھے تم نے نہ دیکھے تھے۔ میں تمہیں ان جان سمجھ کر اپنے گھر لے گیا اور پھر تم کو بتایا کہ موہنجو کیا ہے اور ہم کیسے آئے اور کہاں سے آئے۔ میں نے تمہیں بتایا اور تم مُجھ سے سیکھتے رہے، سر جھکا کر سنتے رہے اور ہم دونوں نے ایک دوسرے کو اچھا جانا۔ اور اب تم مُجھ سے جھگڑتے ہو اس موہنجو کے لئے جو تم نے پہلے دیکھا نہ تھا اور جس میں میں پیدا ہوا تھا۔ اِسے تم اپنا کہتے ہو اور میرا حق نہیں مانتے۔ تمہاری اس بستی میں ساری دیواریں اندھی ہیں اِن میں ہوا کے لئے راستے نہیں ہیں کیونکہ تم کہتے ہو کہ گھر کو سُورج کی روشنی اور پرائے کی نظر سے بچاؤ اور ہم روشنی میں رہنا چاہتے ہیں اور پرائے کی نظر سے نظر ملاتے ہیں۔۔ یہ فرق ہے۔

رات ہو چکی تھی۔

وُہ عمارتوں کے پچھواڑے سے نکل کر گلی میں آئے، اُنہیں پہلی گلی کی طرف جانا تھا اور وُہ دونوں چُپ چلتے تھے اور اُن کے ساتھ گھوڑے کے چار سُم چلتے تھے۔ پہلی گلی کے دائیں ہاتھ پر تنگ اور نیچی چھتوں کی وُہ کوٹھڑیاں تھیں جن میں باہر سے آنے والے رات گزارتے تھے اور ان کے ویہڑے میں کئی بڑے بڑے تنور گرم ہوتے تھے اور اُن میں روٹی پکتی تھی۔ یہ سرائے